نجم الاسلام :

قاضی محمدؐ معظم سنبھلی کی تفسیر ہندی قلمی

(تصنیف ۱۱۳۱ھ)

مذکورۂ بالا صاحبِ تصنیف اور تصنیف کے بارے میں معلومات ڈاکٹر سلیم حامد رضوی بھوپالی مرحوم کے مطبوعہ مقالۂ علمیہ سے اخذ کر کے ذیل میں پیش کی جاتی ہیں :

قاضی محمدؐ معظم سنبھلی بن مفتی محمدؐ اعظم سنبھلی فرخ سیر کے عہد میں رائے سین (بھوپال) کے قاضی تھے۔ جب امیر دوست محمدؐ خاں نے ریاست بھوپال قائم کی (۱۷۲۲ء) ، تو قاضی صاحب کے علم و فضل کی شہرت سن کر ان کو بھوپال بلایا اور عہدۂ قضاء پر مامور کیا۔ (تذکرۂ قضاۃ و مفتیان از مولوی ذوالفقار احمد نقوی ص ۱۰۲)۔ قاضی صاحب امیر دوست محمدؐ خاں کے زبردست حلیف اور معتقدِ خاص تھے۔ قلعۂ فتح گڑھ کی بنیاد بھی انھی بزرگ کے ہاتھوں رکھی گئی تھی۔ جب امیر دوست محمدؐ خاں کے ولی عہد یار محمدؐ خاں کو بطور یرغمال حیدرآباد دکن لے جایا گیا ، اس وقت ان کے ساتھ قاضی محمدؐ معظم سنبھلی کو بھی بھیجا گیا تھا۔ قاضی صاحب تین سال حیدرآباد میں رہ کر نظام الملک کے معتقدین میں شامل ہوگئے تھے۔ ۱۷۲۶ء میں امیر دوست محمدؐ خاں کے انتقال کے بعد یار محمدؐ خاں کے ساتھ واپس آئے۔

نثری تصنیف :

قاضی صاحب کی یادگار "تفسیر ہندی" ہے جو ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء میں لکھی گئی تھی۔ اس میں آیاتِ قرآنی کا مفہوم اردو نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی بھوپالی کو اس کا ایک قلمی نسخہ نور الحسن سارنگ پوری کے ذاتی کتاب خانے میں ملا۔ اس کا ذکر پہلی بار ڈاکٹر سلیم حامد رضوی کے مطبوعہ مقالۂ علمیہ "اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ" (شائع کردہ ادارہ ادب و تنقید ، تلیا ، بھوپال ، ۱۹۶۵ء) میں شامل ہو کر علمی حلقوں کے سامنے آیا۔ در حقیقت وہی اس کے پہلے دیکھنے والے اور متعارف کرانے والے تھے ، اور ہماری اب تک کی معلومات کے مطابق آخری بھی ، کیوں کہ ان کے بعد اب تک کسی اور فاضل نے اس قلمی کتاب کو دیکھنے کا دعوی نہیں کیا ہے اور اس پر ایک ناظر کی حیثیت سے قلم نہیں اٹھایا ہے۔ جس نے ذکر کیا ہے صرف ڈاکٹر سلیم حامد رضوی کی فراہم کردہ معلومات پر اکتفا کیا ہے ۔

حالاں کہ "تفسیر ہندی" اردو کے قدیم نثری سرمائے میں فضلی کی کربل کتھا (۱۱۴۵ھ، نظر ثانی ۱۱۶۰ھ) سے بھی اقدم ہے۔

"تفسیر ہندی" کے مخطوطے کی کیفیت:

ڈاکٹر رضوی مرحوم کے بیان کے مطابق قلمی نسخہ ناقص ہے۔ جسے قاضی محمدؐ معظم سنبھلی کے پوتے قاضی احمد علی نے مجلّد کرا کے اپنے قلم سے عبارت ذیل اس پر لکھی تھی:

"تصنیف جدِّ ماجد شریعت و فضیلت پناہ قاضی محمدؐ معظم حفظ اللہ تعالیٰ"

اس عبارت کے بعد قاضی احمد علی کی مُہر لگی ہوئی ہے جو ۱۲۶۰ھ کی ہے۔ اصل نسخے میں تاریخ کتابت ۱۱۳۳ء ہے اور ڈاکٹر رضوی اس کا تصنیف ۱۱۳۰ھ بتاتے ہیں۔

صاحبِ مخطوطہ:

اپنے مطبوعہ مقالۂ علمیہ "اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ" میں ڈاکٹر رضوی نے قاضی محمدؐ معظم کا ذکر صفحات ۶۰، ۷۰، ۸۰ پر کیا ہے۔ ص ۷۰ پر اپنے ایک حاشیے میں انھوں نے صراحت کی ہے کہ "تفسیر ہندی" کا قلمی نسخہ نور الحسن مرحوم کے کتب خانے میں تھا۔ ص ۸۰ پر ایک اور قلمی کتاب "مثنوی فقۂ ہندی" از مفتی خیر اللہ صدّیقی کے ذیل میں ڈاکٹر رضوی، نور الحسن مرحوم سے متعلق مزید کچھ صراحت کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ:

" (فقۂ ہندی کا) ایک مکمّل نسخہ مولوی سیّد نور الحسن سارنگ پوری کے کتب خانے میں بھی ہے جس سے میں نے استفادہ کیا ہے"۔

معلوم ہوا کہ ان نور الحسن مرحوم کا پورا نام مولوی سیّد نور الحسن سارنگ پوری تھا۔ اسی کتاب کے ص ۲۵۰ پر اسی شخصیت کا ذکر "مولوی نور الحسن نقوی سارنگ پوری" کے عنوان سے دور سوم کے نثر نگاروں کے ذیل میں بطور خاص کیا ہے۔ ان کے حال میں ڈاکٹر رضوی لکھتے ہیں:

" مولوی صاحب پندرہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کے مُصنّف و مؤلّف ہیں۔ یہ تمام مذہبی ہیں:

۱۔ ربع الحی علی شرح شمائل النبی صلعم۔ ۲۔ خیر الدقیق ترجمۂ تحفۃ الصدیق (قلمی)۔ ۳۔ المتبداء والخبر۔ ۴۔ الفیض الجاریہ (مطبوعہ افضل المطابع)۔ ۵۔ استیصار نصیحت (مطبوعہ افضل المطابع)۔ ۶۔ تسخیر لاحواب (قلمی)۔ ۷۔ اسرار خسروی سیاست اسلام (قلمی)۔ ۸۔ قلائد العقیان (قلمی)۔ ۹۔ مولود

الانبیاء (قلمی)، ۱۰۔ حکایات غوث الاعظم (قلمی) ، مناقب السادات (مطبوعہ علوی پریس بھوپال)۔ مولوی صاحب نے خود مجھے ان چند کتابوں کے نام اور مطبع بتائے تھے جو انھوں نے اپنے لڑکے حسن عسکری کے نام سے چھپوائی ہیں"۔

اس کے بعد ڈاکٹر رضوی نے ان دس مطبوعات کے نام مطبعوں کی صراحت کے ساتھ درج کیے ہیں جو مولوی نور الحسن نے اپنے صاحب زادے حسن عسکری کے نام سے چھپوائی تھیں۔ اس طرح متعین طور پر ان کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد بیس ہوجاتی ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ خود ڈاکٹر رضوی نے اوپر کے اقتباس میں ان کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کی تعداد پندرہ بتائی ہے۔ اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ وہ مولوی سیّد نور الحسن سے شخصاً واقف تھے۔ مولوی نور الحسن کے کتاب خانے تک ان کی رسائی تھی۔

ڈاکٹر رضوی نے اپنے مقالۂ علمیّہ کی تمہید میں اپنے مآخذ کی تفصیل بھی درج کی ہے۔ اس ذیل میں ایک بار پھر سیّد نور الحسن سے شخصی ربط کا ثبوت دیا ہے۔ وہ " الکۂ بھوپال " (مطبوعہ ۱۸۹۰ء) از سیّد مہدی حسن سہسوانی ، کے بارے میں ص ۲۲ پر اپنے تحریر کردہ حاشیے میں لکھتے ہیں :

> اس تاریخ کے بارے میں بھوپال کے ایک سن رسیدہ بزرگ سیّد نور الحسن جنھوں نے دورِ شاہجہانی (دور نواب شاہجہاں بیگم) اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ، فرماتے ہیں کہ سیّد مہدی حسن سہسوانی فرضی نام ہے۔ یہ دراصل یٰسین محمد خاں کی تصنیف ہے۔ یٰسین محمد خاں اور نواب شاہجہاں بیگم کے درمیان بھوپال کی گدّی کے سلسلے میں سخت اختلاف تھا۔ اس لیے انھوں نے اِس تاریخ میں اُن کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے " ۔

ہمارا قیاس ہے کہ یہ سیّد نور الحسن بھی وہی ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ نثر نگار مولوی نور الحسن نقوی سارنگ پوری کا جو حال ڈاکٹر رضوی نے صفحہ ۲۵۰ پر لکھا ہے اور جسے اوپر نقل کیا جاچکا ہے ، اس کی ابتداء میں یہ صراحت بھی کی ہے " شعراء کے زمرے میں (ان کا) تعارف کرایا جاچکا ہے"۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے بھی یہاں پیش کیا جائے۔ صفحہ ۲۲۰ پر ڈاکٹر رضوی ذیلی عنوان " سیّد نور الحسن نسیم نقوی " کے تحت لکھتے ہیں :

"بحیثیت شاعر آپ کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ بدلتے ہوئے رحجانات کو پسند نہیں کرتے تھے، اس لیے دور شاہجہانی ہی میں مشغلۂ شعر و سخن اور مشاعروں میں شرکت ترک کر چکے تھے۔ بھوپال میں نسیم تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ اپنے قول کے مطابق ان کی پیدائش ۱۸۷۰ء میں ہوئی تھی اور بفضلہٖ تعالیٰ اب تک بقید حیات (حاشیہ: ۴ ستمبر ۵۸ء کو انتقال ہوگیا)۔ دو سال پہلے تک دماغی حالت بالکل صحیح تھی مگر اب ضعفِ پیری کی بدولت قوائے جسمانی و دماغی تقریباً جواب دے چکے ہیں۔ آپ عبدالعزیز اعجاز اور امیر مینائی کے شاگرد ہیں۔ نظم میں مثنوی شعلۂ عشق، مثنوی مراۃ الخیال، اور مثنوی تجلیٔ عشق آپ کی متصوفانہ تصانیف ہیں۔ ایک دیوان غیر مطبوعہ ہے، اس کے علاوہ ایک طویل مرثیہ بھی لکھا ہے۔ ان کے پاس امیر مینائی کے خطوط بھی ہیں جن میں ان کے کلام پر اصلاح دی ہے۔ ایک خط اور اصلاح کا کچھ حصّہ بطور نمونہ یہاں پیش کیا جاتا ہے ..."۔
(ص ۲۲۰)

ان سب تفصیلات کے بعد مولوی نور الحسن اور ان کے صاحب زادے کی تعیین اور ان کے کتاب خانے کی تلاش و جستجو میں ناکامی کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ نور الحسن یا نور الحسن نقوی سارنگ پوری کے اس ذخیرۂ کتب کو تلاش کیا جانا چاہیے جس میں ڈاکٹر رضوی کو "تفسیر ہندی" قلمی (تصنیف ۱۱۳۱ھ) اور مثنوی "فقہِ ہندی" قلمی (تصنیف ۱۱۵۱ء) کے نسخے ملے تھے۔ اور اس میں کامیابی کے بعد بالخصوص قاضی محمدؐ معظم سنبھلی کی تفسیر ہندی کے متن کو تحقیق و تدوین کے عمل سے گزار کر شایع کیا جانا چاہیے تاکہ اس کی اصلیّت پورے طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے اور قدیم اردو نثر کی تاریخ میں اسے وہ مقام حاصل ہوسکے جس کی بر بنائے قدامت وہ مستحق ہے۔

تفسیر ہندی کا دستیاب اقتباس:

اس وقت تک، جب کہ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی مرحوم کے مقالۂ علمیّہ کی اشاعت (جنوری ۱۹۶۵ء) کو تقریباً ۳۵ برس گزر چکے ہیں اس تفسیر کا صرف ایک ہی مختصر اقتباس دستیاب ہے جو ابتداءً ڈاکٹر رضوی نے قلمی کتاب خود دیکھ کر نقل کیا تھا، اسے من و عن ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

"۷۹

تفسیرِ سورۂ بقر

" اس سورہ میں پہلے صفت ایمان والوں کی ، پیچھے صفت کافروں کی ، اس کے پیچھے منافقوں کی فرمائی ہے : یہ حکم کیا ہے اپنے بندے کو کہ کہا مانو اللہ کا جو مالک ہے سب مخلوق کا اور بشارت دی ہے کہا ماننے والوں کو ثواب کی ، اور وعدہ دیا ہے عذاب کا منکروں کو۔

پیچھے اس کے منوائی ہے اپنے پیغمبر کی پیغمبری۔ جو تم نہ مانو کہ یہ کلام خدا کا ہے ... تو تم بھی ایسا کلام بنا لاؤ ، اور جو نہ ہوسکے ایسا کلام تم سے تو ڈرتے رہو عذاب سے۔

اس پیچھے قصہ خلیفہ کرنے حضرت آدم کا اور ورغلانے شیطان کا بیان کیا۔

اس پیچھے شرارتیں یہودیوں کی ... کافروں نے کہا کہ تم کہتے ہو یہ کلام اللہ کا ہے۔ اللہ تو بہت بڑا ہے۔ اس کو کیا لائق ہے کہ چھوٹی چیزوں کا نام لیوے ... حق تعالیٰ نے فرمایا ان چیزوں کا ناؤ لینا موافق مقام کے ہوتا ہے ... "

(ص ۸۰،۷۹)

اسی اقتباس پر اس مختصر مضمون کو ختم کیا جاتا ہے ، اور توقع کی جاتی ہے کہ اربابِ تحقیق "تفسیر ہندی" کے اس قلمی نسخے کی بازیافت کی طرف ضروری طور پر توجہ مبذول کریں گے اور بتا سکیں گے کہ یہ قلمی نسخہ اب کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔